السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک عورت کسی دنیاوی غرض کے لئے یا محض نکاح فسخ کرانے کے لئے اپنی رضامندی یا والدین مجبور کرنے سے عدالت میں جا کر اپنی زبان سے کہہ دے۔ کہ میں عیسائن یا سکھنی ہوں۔ یا اسلام کے ماسوا کسی اور مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے درواں حالیکہ اسلام سے متنفر نہیں اور جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ وہ غیر از اسلام کسی اور مذہب کے لوگوں سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کرتی۔ اور نہ ان میں شمولیت حاصل کرتی ہے۔ کیا اس کا کلمہ کفر کہنے سے اس کا نکاح شرعاً فسق ہوجاتا ہے۔ یا نہیں کیا اس کا کلمہ کفر۔ ان آیات پر محمول ہے یا نہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ.....1

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ.....2

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ.....3

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ.....4

حالانکہ آیت مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط امنا واسلمنا وکفرنا وعصینا کہنے سے مومن یا کافر نہیں ہوسکتا۔ باوجود زبان سے مومن ہونے کا وعدہ کرے۔ اور دل میں کفر ہو۔ اور دل میں ایمان ہو اور زبان پر کفر برخلاف اس کے قائل کی علامات اور اس کی علامات ظاہر ہی سے پورا پتہ چل جاتا ہے۔ جیسا کہ

فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ

سے واضح ہے۔ کہ اگر مہاجرات امتحان میں آکر مومنہ ثابت ہوجایئں تو کفار سے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں کفار کی طرف لوٹانا منع ہے۔ لیکن اگر وہ امتحان میں ناکام رہیں اور مومنہ ثابت نہ ہوسکیں۔ تو انہیں کفار کی طرف لوٹا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت ان کا نکاح کفار سے نہیں ٹوٹتا۔ ظاہر ہے کہ جب محض زبان سے امنا کہنے پر کفار کا نکاح نہیں ٹوٹتا تو مسلمہ کا نکاح طوعاً وکرھاً محض زبانی ارتداد سے کیسے ٹوٹ سکتا ہے۔ جب کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔ کہ

لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق رواہ ابوداود وابن ماجہ

ان آیات واحادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا نکاح کیسے فسخ ہوسکتا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ وہ اسلام ہی میں رہتی ہے۔ اور اس میں کفر کا کوئی اور کام نہیں پایا جاتا۔ سوائے اس کلمہ کے جو عدالت کے روبرو کہہ کر نکاح فسخ کراتی ہے۔ اس کے بعد اپنے مسلم خاوند کے سوا کسی اور مسلم سے نکاح کرلیتی ہے۔ حالانکہ حدیث وارد ہے۔

عن ابن عباس قال اسلمت امراۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتزوجت فجاء زوجہا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد کنت اسلمت وعلمت باسلامی فانتزعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زوجہا الاخر وردہا الی زوجہا الاول رواہ ابوداود

علماء کو اس بارے میں اظہار خیالات کا حق حاصل ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قلبی کیفیت کو سوائے خدائے عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہم ظاہر پر حکم لگانے کے مامور ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

یعنی بظاہر جو سلام کہے۔ تم اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ہلا شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا۔ اور جو روایات آپ نے لکھی ہیں۔ ان میں علم خداوندی کا ذکر اور اسی کا حکم ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ ہم لوگ کسی کے دل پر حکم نہیں لگاسکتے دل پر خدا کا حکم ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص 15 اپریل 1938ء)

شرفیہ

یہ صحیح ہے اور بحکم

لَا ہُنَّ حِلٌّ لَّہُمْ وَلَا ہُمْ یَحِلُّوْنَ لَہُنَّ

(بعد تکلم باختیار کلمہ کفر ارتداد ثابت اور نکاح فسخ پھر اگر اسلامی قانون جاری ہو تو بعد ارتداد بحکم حدیث نبوی مشکوٰۃ جلد 2 ص 307 مرتد کے لئے تو توبہ جان بخشی نہیں پھر دوسرا نکاح کیسا؟ (ابو سعید شرف الدین

معلقہ اور مرتدہ کا نکاح

(لِلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّہَ مِن فَضْلِہِ إِنَّ اللَّہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمًا (النساء

پچھلے دنوں اکثر اخبارات میں یہ تحریک جناب ناظم جمعیۃ العلماء ہند یہ چرچا عام ہوا کہ آج کل اکثر عورتیں اپنے خاندان کے ناروا سلوک سے تنگ آ کر مجبور ہو جاتی ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طریق سے ان کے ظلم و ستم سے رہائی حاصل کریں۔ اور وہ اسی صورت میں اپنے ناحق شناس خاوند کے پنجہ استبداد سے نکلنے کے لئے کسی اور مذہب کی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اور غیر مذاہب والے نہایت خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر ہو کہ مسلمان کمزور ہو گئے۔ سست۔ بے ہمت۔ اور بے غیرت ہو گئے۔ اور یہ کہ مذہب اسلام میں ایسی عورت کے لئے ارتداد کے سوا اور کوئی نجات کی صورت ہی نہیں ہے۔ ایسے ہزاروں واقعات ہو رہے ہیں۔ کہ بے شمار بھولی بھالی اور با عصمت عورتیں جن کے دل میں اسلام کی حمیت ہے۔ اور وہ مسلمان گھرانوں کی ہیں۔ قرآن و احکام اسلام کی عظمت و وقار ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ وہ صالحات قانتات ہیں۔ وہ خاندان کے عزت و ناموس کی حافظات ہیں۔ لیکن بے انصاف خاوند کے سلوک سے تنگ آ کر اس کے بے جا تشدد سے مجبور ہو کر اور اس کا اپنے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک دیکھ کر نہایت حسرت و یاس کے عالم میں جرات کر بیٹھتی ہے۔ کہ آغوش عیسائیت یا آریت میں پناہ گزین ہوں۔ جب دیکھتی ہے کہ اس کے تمام حقوق نظر انداز ہو رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ خاوند کی طرف سے وحشیانہ برتاؤ ہو رہا ہے۔ تو ناچار یہ سمجھ کر کہ اسلام میں رہ کر انکے پاس رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اپنا مذہب تبدیل کر لیتی ہیں۔ آہ کہ مسلمان بچی جس کے کان میں عمر بھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائے جاں نواز سے اکثر آشنا رہے ہیں۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر قربان ہو۔ اور جس کے سینہ میں کلام اللہ شریف کی سی متبرک کتاب محفوظ ہو جو زبان سے کوئی کلمہ کفر اٹھاتے ہوئے کانپ اٹھتی ہو۔ جو بات بات پر خدائے لایزال کا خوف رکھنے والی ہو۔ عالم یاس میں پنجہ عیسائیت میں گرفتار ہو کر ایک خدا کے بجائے تین ماننے پر مجبور ہوتی ہے۔ بے ادب ہوتی ہے گستاخ بن جاتی ہے۔ وہ لعل جو ایک مسلم گھرانے کے لئے باعث زینت اور آرائش تھا۔ خانہ تثلیث میں جا کر باعث زیبائش بنتا اور بد قسمت قوم مسلمان کی بے شمار مصائب میں ایک اور کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

أَوَلَا یَرَوْنَ أَنَّہُمْ یُفْتَنُونَ فِی کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً أَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوبُونَ وَلَا ہُمْ یَذَّکَّرُونَ

یہ سب کچھ ہماری غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کا الزام سراسر ہمارے اوپر عائد ہوتا ہے۔ ان جملہ نتائج کے حقیقی زمہ دار ہمارے علمائے کرام ہیں۔ جو عمر یک طرفہ ڈگری ہی دیتے رہے۔ اور حقوق نسواں کی طرف سے عوام کو یکسر غافل رکھا۔ حالانکہ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے۔

وَعَاشِرُوہُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

''ترجمہ'' عورتوں سے عمدہ سلوک کیا کرو

فَأَمْسِکُوہُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوہُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِکُوہُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن یَفْعَلْ ذَٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہُ

''ترجمہ'' نیک لوگوں پر حق ہے کہ عورتوں سے اچھا سلوک کریں۔ اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ اور ان کو تنگ کرنے کے لئے نہ روکو۔ اور جو ایسا کرے اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

فَإِمْسَاکٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِیحٌ بِإِحْسَانٍ

''ترجمہ۔'' روکنا ہے اچھی طرح یا چھوڑ دینا ہے احسان کر کے

کاش مسلمان اپنے گھروں میں کم از کم اسلامی تعلیم ضروری مسائل تو ضرور سکھا دیتے۔ آج مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت نہیں کہ اس پر روئیں۔ ایک تکلیف نہیں کہ اس پر رنج کریں۔ ایک ذخم نہیں کہ اس کے اندمال کی تجویز ہو۔
ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ہزاروں مصیبتیں ہیں۔ ڈر ہے بھوک ہے۔ اموال کی بربادی ہے۔ مسلمان من حیث القوم تباہ ہو رہے ہیں۔ اپنے امیدوں کے درخت کٹے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ حکومت ان سے بدظن برادران وطن ان کے لئے بغلی گھونسہ اور تمام سختیوں سے بڑھ کر یہ آپس میں ایک دوسرے سے بدظن بدگمان۔ ایک دوسرے کے حاسد اور خون کے پیاسے ایک وقت تھا کہ جب بنگال پر انگریزوں کا تسلط ہوا علی دیروی خان۔ اور نواب سراج الدولہ جیسے غیور مسلمانوں کا دور دورا ختم ہوا۔ امیر جعفر جیسے محسن کش اور ملت فروش نواب بر سر مسند آئے۔ تو گو اس وقت یہ نواب برائے نام ہی تھے۔ اور اصل اقتدار اس وقت انگریزوں ہی کا تھا۔ لیکن تاہم وارن ہیسٹنگز کے عہد تک تمام فیصلے اور تمام مقدمات مسلمان قضاہ ہی کے سپرد تھے۔ لیکن جوں جوں مسلمان اخلاقا اور ایمانا کمزور ہوتے گئے۔ شریعت کی بجائے دفعات قوانین ہند قبول کرتے گئے۔

اگر آج مسلمان ہمت کر کے کم از کم معاملات نکاح اور طلاق ہی اپنے ہاتھ میں لے لیں اور ایسے معاملات کو عدالت تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آئے تو ایک گونہ اس آئے دن کی مصیبت ارتداد سے نجات ہو جاتی۔

بھلا بتاؤ کہ اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ کہ ایک عورت اپنے خاوند کے برے سلوک سے تنگ آ کر چاہتی ہے کہ اس سے رہائی حاصل کرے۔ اسے خلع کا مسئلہ معلوم ہے۔ وہ کچھ رقم پش کرتی ہے۔ لیکن وہ ناخدا ترس قبول نہیں

کرتا۔ اورنہ ہی رہائی دیتا ہے۔ اورنہ ہی کھرلا کرسلوک کرتا ہے۔ اورنہ ہی سلوک سے رکھتا ہے۔ اب اس کا علاج سوائے ڈنڈے اور طاقت کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ یا یہ کہ برادری والے یا محلہ دار خداترس ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واقف ہوں۔ اور اس پر اخلاقی دباؤ ڈالیں۔ تاکہ وہ اس طریقہ سے ہی عمل کرے۔ شریعت نے مردوں پر بھی مساویانہ زمہ داریاں عائد کی ہیں۔ اگر ایک مرد ایک عورت کو بے جا تنگ کرتا ہے۔ اور وہ عورت اس کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی۔ تو اس صورت میں شریعت مطہرہ نے اس کے لئے بھی قانون بنا رکھا ہے۔ کہ وہ کچھ رقم دے کر یا مہر واپس کرکے خاوند سے علیحدہ ہوجائے اور ایک طہر کے بعد کسی اور جگہ اپنے سینگ سمالے۔ اس طریق کو شریعت مطہرہ میں خلع کہتے ہیں۔ خلع میں ضروری نہیں کہ زوجین میں رضامندی ہو۔ جیسے کہ میرے مکرم دوست منشی ہدایت اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث مورخہ یکم شعبان میں تحریر کیا ہے۔ بلکہ تفریق تک تو نوبت تب ہی جاتی ہے جب کہ زوجین کی باہمی رنجشیں اور کدورتیں بڑھیں۔ اور صفائی ناممکن ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ کہ خلع بلا رضامندی خاوند کے نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ خلع کی صورت ہی تب پیدا ہوتی ہے۔ کہ جب جانبین میں مناقشات اس حد تک ہوجائیں کہ اصلاح نہ ہوسکے ملاحظہ ہو۔

اذا کوہت المراۃ زوجہا لقبح منظرہا اوسوء عشرتہا وخافت ان لا تودي حقہ جازان تخالعہ عل عرض لقولہ تعالی فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِہٖ وروي ان جمیلہ بنت سہل کانت تحت ثابت بن قیس بن التعاس وکان یضربہا فاتت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقلت لا انا اولا ثابت وما اعطانی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذ منہا فاخذ منہا فقعدت فی بیتہا

(کتاب المہذب وفقہ شافعی جلد 2 ص 75)

یعنی جب عورت کا خاوند بدشکل اور کریہہ منظر ہو۔ یا اس کے حقوق زوجیت سے غافل ہوجائے۔ اور اسے یہ ڈر ہو کہ یہ بناہ مشکل ہوگا۔ تو اس حالت میں وہ کچھ عوض دے کر خاوند سے اپنا فیصلہ کرا سکتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے پاس صبح صبح ہی شکایت لے کر آئی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مارا ہے۔ میں اس کے پاس نہیں رہوں گی۔ اپنا سب کچھ (مہر) مجھ سے لے لے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اور ان میں تفریق کرادی دوسری جگہ ہے۔

والخلع والمباح بلا کراہیۃ ان تکرہ المراۃ صبحۃ الزوج ولا یمکہا القیام باداء حقوقہ فتحرج فتختاح نفسہا لقولہ تعالی فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ الایۃ

(الدار البہدۃ روضۃ الندیۃ ص 145)

یعنی اگر عورت مرد کے پاس رہنا نہ چاہے تو خلع کرالے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ اگر زوجین باہمی حقوق کی نگہداشت نہ رکھ سکیں۔ تو عورت فدیہ دے کر علیحدہ ہوجائے۔ بلکہ عورت کو یہاں تک آزادی دی گئی ہے۔

ولو امتلعت نفسہا بلا سبب فجائز مع الکراہیۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ لم یقتشوا عن سبب الاختلاع من جانبہا وروضۃ الندیۃ

یعنی اگر عورت بلاوجہ بھی خلع پر مصر ہو۔ تو مع الکراہیت جائز ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت زیادہ نہیں پوچھا۔ محض اس کے سرسری بیانات ہی پر فیصلہ دے دیا۔ ابوداؤد میں ہے۔

عن جمیلہ بنت سہل الانصاریۃ انہا کانت تحت ثابت بن قیس وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی الصبح فوجد جمیلۃ بنت سہل عنہ بابہ فی الغلس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ قالت انا حیبۃ بنت سہل فذکرت ماشاء اللہ ان تذکر وقالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما اعطانی عندي فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لثابت خذ منہا وجلست فی اہلہا

عن عائشۃ ان حیبۃ بنت سہل کانت عند ثابت بن قیس بن شماس حضربہا فکر بعضہا فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الصبح فاشتکتہ الیہ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابتا فقال خذ بعض مالہا وفارتہا فقال ویصلح ذلک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قال فانی اصدقتہا حدیقتین وہما بیدہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذہا وفارتہا

(ابوداؤد مع عون المعبود)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک عورت حیبہ یا جمیلہ صبح صبح ہی جب کہ آپ ﷺ نماز صبح کو نکلے آپ ﷺ کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی آپ ﷺ نے پوچھا تو کون ہے۔ تو عرض کرنے لگی کہ میں ہوں حیبہ بنت سھل اور اپنا تمام واقعہ سنا دیا۔ اور کہا کہ میں اپنے خاوند ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہوں۔ اس نے مجھے مارا بھی ہے۔ دیکھئے میری ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور میں اس کا سب کچھ (مہر) دینے کو تیار ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ثابت کو بلا کر فرمایا کہ بھائی اس سے کچھ مال لے لو۔ اور اسے چھوڑ دو۔ ثابت بے چارے کی کیا مجال تھی کہ دم مارتا وہاں دبی زبان میں یوں کہا کہ یہ مناسب اور درست ہے۔ (کہ مجھ سے کچھ پوچھا بھی نہیں گیا) آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ پھر کہا آپ نے تو نے اسے مہر میں دو باغ دیئے ہوئے ہیں۔ اور وہ اسی کی ملکیت میں ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے باغ لے لے۔ لیکن اسے چھوڑ دے۔ چنانچہ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

اور دوسری جگہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عطا رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب اسنے آکر رسول اللہ ﷺ سے اپنا تمام حال سنایا تو آپ ﷺ نے وہیں بغیر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلائے فیصلہ کردیا۔ اور ان کی تفریق کردی۔ لیکن جب یہ خبر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی۔ کہ میرے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا ہے۔ تو کہا

قد قبلت قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(تنقید الہدایہ 2 للمولوی وحید الزمان)

اب ہم ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی کیفیت نہیں جانتے کہ یک طرفہ فیصلہ سن کر کس دل سے کہا لیکن کہا ضرور کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو منظور کیا'' غور فرمایئے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی شان میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ

اما ترضی ان تعیش حیدا وتموت شہیدا وتدخل الجنۃ

ان کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آکر اظہار کراہت کرتی ہے۔ کہ میں ثابت کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ تو رسول اللہ ﷺ عورت کو فیصلہ دے دیتے ہیں۔ اب ان حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ ''خلع بلا رضامندی خاوند کے نہیں ہوسکتا'' نہیں بلکہ جیسے مرد کو طلاق دینے میں آزادی ہے۔ ایسے ہی عورت جب اپنے مرد کے سلوک سے تنگ ہو اور اس کے پاس رہنا نہ چاہے تو اس سے خلع کرواسکتی ہے۔ آزادی حاصل کر سکتی ہے۔ تو پھر کیا ضرورت کہ ارتداد کے دروازے پر دستک دیوے۔ (عبد الرحمٰن خلیل قریشی منشی فاضل حکیم حاذق از نظام آباد ضلع گوجرانوالہ۔ اخبار اہلحدیث امرتسر 22 اپریل 1937ء)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ ثنائیہ امرتسری]()

جلد 2 ص 202

محدث فتویٰ

محدث فتویٰ